

سائنس کا کوئی نہ ہب نہیں ہوتا!

آج کی دنیا صرف اور صرف سائنس اور تحقیق کی ہے۔ جو ملک اس باریک نکتہ کو سمجھ چکا ہے، موجودہ دنیا پر حکومت کر رہا ہے۔ اس میں رقبہ کے لحاظ سے بڑایا چھوٹا قطعہ ہونے کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ حالیہ دور میں سائنس کی تحقیق پر مسلمان ملکوں میں کسی قسم کی کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ عملی طور پر ہم لوگ اس قافلہ کے مسافر ہی نہیں جو ترقی کے زینہ پر گامزن ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ ایک اور عملی رویہ بھی سامنے آیا ہے جس میں ہمارے جیسے ملک سائنس کی تعلیم کو اہمیت دینے کیلئے بھی تیار نہیں۔ اس رویہ نے جذباتیت، بنیاد پرستی اور تنگ نظری کے اس نظریہ کو جنم دے دیا ہے جس پر ہم لوگ فخر کرتے ہیں اور مسلسل سراہتے رہتے ہیں۔

چند دن قبل وزیر اعظم پاکستان نے اسلام آباد کی سرکاری یونیورسٹی کے فرکس سینٹر کا نام نوبل یافتہ پاکستانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام کی مناسبت سے تبدیل کیا ہے۔ محض نام کی تبدیلی سے ایک بحث کا آغاز ہوا ہے۔ مذہبی، سماجی اور معاشرتی حلقوں میں سے چند لوگوں نے اس تبدیلی کو منفی قرار دیا ہے۔ جب کہ سائنسدانوں اور اہل علم کی اکثریت نے اسے ایک ثابت فیصلہ قرار دیا ہے۔ واضح اکثریت بالکل خاموش ہے۔ اسلیے نہیں کہ وہ سوچتے یا سمجھتے نہیں ہیں۔ بلکہ اسلیے کہ انہیں معلوم ہے کہ انکے کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑیگا یہاں کیونکہ یہاں شدت پسندی کا راج ہے لہذا کوئی اپنے آپکو غیر محفوظ صورتحال میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ یقین فرمائیے اس بحث سے پہلے مجھے صرف یہ علم تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے فرکس میں نوبل پرائز حاصل کیا تھا۔ مگر مسلسل مباحثوں کے بعد کوشش کی کہ جان سکوں کہ ڈاکٹر عبدالسلام حقیقت میں کون تھا۔

عبدالسلام جھنگ میں ایک غریب گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ پہلی بار انگلی قابلیت اس وقت سامنے آئی جب صرف چودہ برس کی عمر میں ایک امتحان دیا اور اس میں ماضی کے تمام ریکارڈ توڑ دیے۔ نوجوان سائیکل پر آبائی قبیلے میں داخل ہوا تو پورا شہر استقبال کیلئے موجود تھا۔ امتحان کے نتیجہ میں عبدالسلام کو گورنمنٹ کالج لاہور میں نہ صرف داخلہ ملا بلکہ انکو حکومت کی طرف سے تعلیمی وظیفہ بھی دیا گیا۔ فرکس اور حساب سے شدید عشق نے عبدالسلام کو گرفت میں لے لیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں 1943 میں عبدالسلام نے "ترسی نی ویسا" کے کام پر مقالہ لکھ ڈالا۔ یہ بی اے کی ڈگری لینے سے پہلے کا واقع تھا۔ بی اے پاس کیا، تو والد کی خواہش تھی کہ عبدالسلام آئی۔ سی۔ ایس کا امتحان پاس کر کے اعلیٰ سرکاری ملازمت کر لے۔ عبدالسلام نے بے دلی سے سرکاری نوکری کا امتحان دیا مگر اس میں فیل ہو گیا۔ میری نظر میں یہ اسکی زندگی کو تبدیل کرنے کا بنیادی واقعہ بنا۔ اسلیے کہ اگر وہ سرکاری نوکری کر لیتا تو دنیا اس عظیم سائنسدان سے محروم ہو جاتی جس نے فرکس میں انقلاب برپا کر دیا۔ یہ قدرت کا ہی فیصلہ تھا کہ سرکاری ملازمت سے ابتدائی طور پر بہت دور رہا اور یہ بہترین فیصلہ تھا۔ لاہور کی تعلیمی درسگاہ سے کیمرج کے سفر نے عبدالسلام کے تحقیقی ذہن کو وہ جلا بخشنی کہ فرکس کی دنیا میں نئی جہد سے تحقیق کرنے کے قابل ہو گیا۔ کیمرج سے ڈاکٹریت آج بھی معمولی بات نہیں۔ مگر یہ ڈگری عبدالسلام کیلئے بچوں کا کھیل تھا۔

پاکستان واپس آ کر گورنمنٹ کالج لاہور میں تدریس کا کام شروع کر دیا۔ 1951 کا پاکستان تھا۔ اسکے ساتھ ساتھ انہیں پنجاب

یونیورسٹی میں حساب کے شعبہ کا ہیڈ مقرر کر دیا گیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے یونیورسٹی میں Quantum Mechanics کو شروع کر دی۔ یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے انکی یہ اختراع ختم کر دی۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے یہی کورس شام کو پڑھانا شروع کر دیا۔ 1953 میں ڈاکٹر صاحب نے یونیورسٹی میں ایک تحقیقی انسٹیٹیوٹ بنانے کی کوشش کی مگر اسے ناکام بنا دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب احمدی تھے اور اسکی بدولت ابتداء ہی سے ہر مقام پر انہیں غیر ہموار طرز عمل کا سامنا کرنا پڑا۔ مذہبی رجہانات کی بدولت ڈاکٹر صاحب ہمیشہ مشکلات کا شکار رہے۔ انہیں امپیریل کالج لندن اور کیمرن ج یونیورسٹی نے علم دوستی کی بدولت ہاتھوں ہاتھ لیا۔ وہاں انہیں پروفیسر کا درجہ دیکر تحقیق کی دنیا کا اہم فرد بنادیا گیا۔ اس کالم میں عبدالسلام کی سائنسی تحقیق پر سیر حاصل گزار شatas نہیں کی جاسکتیں کیونکہ یہ اتنی زیادہ ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ ایک انسان اتنے مختصر عرصے میں کیسے اتنا بڑا کام کر گیا۔ پوری دنیا کے سائنسدان فزکس کے میدان میں ڈاکٹر صاحب کو اپنا "استاد" تسلیم کرتے تھے۔ Quantum Physics میں بے شماری جہتیں صرف اور صرف اسی پاکستانی سائنسدان کی بدولت ہیں۔

صدر ایوب خان عظیم سائنسدان کے کام سے بہت متاثر تھا۔ جب انہیں اٹاک مک انرجی کمیشن کا ممبر بنایا گیا تو اس میں صرف دس سائنسدان کام کرتے تھے۔ مردِ عجیب نے پاکستان سے 500 ذہین طالب علموں کو منتخب کیا اور انہیں دنیا کی بہترین غیر ملکی درسگاہوں میں سائنس کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے حکومتی خرچے پر بھیج دیا۔ یہ ڈاکٹر عبدالسلام ہی تھا جس نے اٹاک مک انرجی کمیشن کو وہ علمی اور فنی استحکام بخشنا جس سے آج بھی کوئی اختلاف نہیں کر سکتا۔ انہیں علم تھا کہ پاکستان خلائی تحقیق میں طفل مکتب ہے۔ ایوب خان کو قائل کیا اور اس طرح ہمارے ملک میں SUPARCO جیسا ادارہ شروع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب اسکے پہلے ڈائریکٹر بنائے گئے۔ امریکہ گیا اور NASA سے پاکستان میں خلائی تحقیق پر ایک معاهدہ کر ڈلا۔ آپ حیران ہو گئیں کہ NASA نے بلوجستان میں ایک خلائی ٹیکسٹ میں بنانا شروع کر دیا۔ اسلام آباد کے قریب نور کی اٹاک مک انسٹیٹیوٹ بھی اسی شخص نے قائم کی۔

ذوالفقار علی بھٹو جب وزیر اعظم بنے تو انہیں اطلاع ملی کہ ہندوستان ایٹم بم بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ملنٹان میں وزیر اعظم نے عبدالسلام اور دیگر سائنسدانوں کو بلا کرا ایٹم بم بنانے کیلئے کہا۔ عبدالسلام نے ڈاکٹر ریاض الدین اور منیر احمد خان کے ساتھ ملکر اس انہوں نے خواب کو پورا کرنے کا یہاں لیا۔ انہیں وزیر اعظم کے دفتر میں ایک کمرہ دیدیا گیا اور کام کرنے کی مکمل آزادی بھی فراہم کی گئی۔ ہمارے ایسی پروگرام کی بنیاد رکھنے والوں میں ایک معتبر شخص عبدالسلام بھی تھا۔ 1974 میں پارلیمنٹ میں قانون منظور ہوا کہ وہ عقیدہ کے لحاظ سے مسلمان نہیں۔ چنانچہ عبدالسلام پاکستان چھوڑ کر لندن منتقل ہو گئے۔ وہاں جا کر مرتبے دم تک پاکستانی سائنسدانوں کو حوصلہ اور تربیت دیتے رہے۔ 1979 میں انہیں فزکس میں تحقیق کے کام پر نوبل پرائز دیا گیا۔ میڈل کی وصولی کے وقت ڈاکٹر صاحب نے آچکن اور جھنگ کی روائی پکڑی پہن رکھی تھی۔ ڈاکٹر صاحب مرتبے دم تک پاکستان سے عشق کرتے رہے مگر پاکستان میں ہمیشہ انہیں محدود سے محدود تر کرنے کی کوشش کی جاتی رہی۔ یہ کوشش آج بھی جاری ہے۔ موجودہ وزیر اعظم کے حالیہ فیصلہ سے یہ ڈیپیٹ دوبارہ لوگوں کے سامنے آچکی ہے۔ مگر یہی وقت ہے جب ہم احتیاط اور تدبیر سے معاملات کا جائزہ لیں اور انصاف سے لوگوں کے مقام کا تعین

کریں۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے پاکستان کی عزت و قدر میں اضافہ کیا ہے۔ اسکو کم کرنے کی بھی بھی کوشش نہیں کی۔ مگر احمدی ہونے کی وجہ سے انہیں ایک ادنیٰ شخصیت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سامنہ کی دنیا پر نظر ڈالیں۔ بنیادی سوال ہے کہ آج کی دنیا میں کیا کوئی بھی شخص استعمال کی چیزوں کے متعلق یہ پوچھتا ہے کہ یہ مسلمانوں نے بنائی یا غیر مسلمانوں نے۔ تاریخی اعتبار سے پہلے اور بغداد میں مسلمانوں نے محیر العقول ایجادات کیں۔ ان عظیم مسلمان محققین نے کبھی مذہب کی بنیاد پر اپنے علمی کام کو محدود نہیں کیا۔ آل خوازرمی، ابن رشد، آل ہارانی، جابر بن حیان، کندی، ابوالاہیثم، ابن خلدون، آل بیت، فارابی، ابن سینا اور دیگر مسلمان سائنسدانوں نے کبھی سامنہ کو مذہب کی بنیاد پر نہیں پرکھا۔ ان عظیم لوگوں نے بغیر تعصُّب کے ہر جگہ سے تحقیقی استفادہ کیا۔ ان لوگوں کے علمی کارناٹوں کی بدولت اسلام کا وہ سنہری دور رہا، جس میں پوری دنیا انکے سامنے زانوئے علم تھے کرنے پر مجبور ہو گئی۔ آج کی دنیا میں واپس آئیے۔ ہم میں ہر ایک موبائل فون استعمال کرتا ہے۔ یہ زندگی کی ایک ضرورت بن چکی ہے۔ مارٹن کوپر (Martin Cooper) وہ شخص تھا جس نے میٹرو لا کمپنی میں کام کرتے ہوئے پہلا موبائل فون ایجاد کیا۔ اس فون کو بنانے کے بعد اس نے پہلی کال جوئل انجل (Joel Engle) کو کی۔ جوئل ایک امریکی کمپنی میں تحقیقی شعبہ کا سربراہ تھا۔ مارٹن کو پر مسلمان نہیں تھا۔ 1973 کی اس ایجاد نے آج کی دنیا کی مکمل طور پر تبدیل کر دی۔ ہمارے مذہبی رہنماء بھی بڑی شدود میں موبائل فون استعمال کرتے ہیں۔ کیا کسی پاکستانی یا مسلمان ملک کے شہری نے موبائل فون اسلیے ترک کیا کہ یہ غیر مسلموں کی ایجاد ہے۔ بالکل نہیں، ہرگز نہیں۔ رچرڈ لور (Richard Lower) وہ سائنسدان تھا جس نے انتقال خون کی پہلی کوشش کی۔ ابتدائی کوشش سترویں صدی میں رائل سوسائٹی آف لندن کے زیر اہتمام کی گئی۔ آج مسلم اور غیر مسلم دنیا کے ہر ہسپتال میں آپریشن کے وقت انتقال خون بالکل عام سی چیز ہے۔ کیا کسی اسلامی دانشور یا مذہبی رہنماء نے آپریشن سے اسلیے انکار کیا کہ انتقال خون ایک غیر مسلم کی ایجاد تھی۔ میری ناقص رائے میں کم از کم ایک واقعہ بھی نہیں ہے۔

موجودہ دنیا میں مذہب کے حوالے سے سامنہ اور سائنسدانوں کے کام کو نہیں پرکھا جاسکتا۔ مذہبی عقائد اتنا ہیں اور یہ ایک انسان کیلئے اخلاقی اور عملی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ ہمارا انتقالی مذہب کسی قسم کے علمی اور سماجی تعصُّب کی تعلیم نہیں دیتا۔ مگر جب اپنے معاشرے کی طرف نظر جاتی ہے تو ہر طرف شدت پسندی، بنیاد پرستی اور فرقہ واریت کا مہیب عفریب چنگھاڑتا ہو انظر آتا ہے۔ لوگ جذباتیت میں آکر مرنے مارنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ عبد السلام غیر مسلم تھے مگر وہ ایک عظیم پاکستانی سائنسدان تھے۔ کم از کم ان سے سائنسدان ہونے کا مرتبہ تو چھینے کی کوشش نہ کیجئے۔ وزیر اعظم نے اگر انکے تحقیقی کارناٹوں کی وجہ سے ایک شعبہ کا نام تبدیل کیا ہے تو کم از کم اس غیر تعصُّب عمل کی خلافت نہ کیجئے۔ تحقیق کی دنیا کے مسافر تو بلا امتیاز مذہب لوگوں کی خدمت کرتے ہیں۔ سائنسدان کا تو مذہب ہو سکتا ہے مگر سامنہ کا کوئی مذہب نہیں ہے!